33

جہاں ہم دین کی ترقی کے لئے کوشش کریں وہاں دنیوی ترقی کے لئے بھی سامان مہیا کریں

(فرمودہ 5؍ اکتوبر 1945ء)☆

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مجھے تو ڈاکٹروں نے بولنے سے منع کیا ہوا ہے لیکن میرے ذہن میں سلسلہ کی ترقی کے لئے بعض تجاویز ہیں جنہیں جلدی بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے باوجود اس ہدایت کے کہ مجھے بولنا نہیں چاہیے جب تک کہ دانتوں کو نکلوانہ لیا جائے، میں یہاں پر آ گیا ہوں۔ میں ابھی دانت نکلوانے کے لئے بھی نہیں گیا تا کچھ نہ کچھ اپنی سکیم کو ظاہر کرنے کا مجھے موقع مل جائے۔ لیکن مجھے یہاں آکر افسوس ہوا کہ بجلی بند ہونے کی وجہ سے لاؤڈ سپیکر بند ہے اور اس وجہ سے میں آسانی کے ساتھ اپنی آواز سب تک نہیں پہنچا سکتا۔ لاؤڈ سپیکر کے ساتھ بہت زیادہ آسانی ہو جاتی ہے اور بولنے والے کی طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں خواہ کتنی ہی آہستہ آواز سے بولوں میری آواز زیادہ بلند ہو کر سب تک پہنچ جائے گی۔ اگر میں زور لگا کر اِس سے زیادہ اونچا بولنے کی کوشش کروں تو میرے لئے یہ بھی مشکل ہے۔ کیونکہ ملاقاتوں کے بعد حالانکہ اونچا بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی درد ہو جاتی ہے۔ اور پچھلے چار دنوں میں ملاقاتوں

☆اہم نوٹ: ایک اناڑی نے یہ خطبہ لکھا ہے جسے ابتدائی حروف اُردو کے نہیں آتے اس لئے نہایت خراب لکھا گیا ہے۔ مگر مجبوری ہے۔ منہ

کے بعد شدید درد کا دَورہ ہوتا رہا۔ اتنا شدید کہ بعض دفعہ اس درد کی شدت کی وجہ سے میں محسوس کرتا تھا کہ ایک ہی صورت اِس وقت اس تکلیف سے محفوظ رہنے کی ہے کہ کوئی تیز نیند آور دوائی پچکاری کر دی جائے۔ اب بھی دوائی لگانے سے اتنا افاقہ ہے کہ ٹیس نہیں اٹھتی۔ لیکن اپنی جگہ پر ہلکی ہلکی درد محسوس ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ غالباً دائیں طرف کے دو دانت نکل جانے کے بعد اس درد میں افاقہ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

میں جس مضمون کو آج بیان کرنا چاہتا ہوں ظاہری لحاظ سے وہ دنیوی نظر آتا ہے اور ہماری جماعت کی تربیت ابھی ایسی نہیں کہ وہ اپنے نظام بلکہ خلیفۂ وقت کی زبان سے بھی دنیوی امور سن کر متأثر ہو۔ دینی امور میں تو ہر قسم کی قربانی کے لئے ہماری جماعت تیار ہو جاتی ہے مگر جہاں کسی دنیوی امر کا سوال پیدا ہوتا ہے باوجود اِس لمبے تجربہ کے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جب کبھی بھی مجھے خدا تعالیٰ نے دنیوی امور کے متعلق بولنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ہزارہا تجربہ کاروں کی رائے کے مقابلہ میں میری ہی رائے زیادہ صحیح نکلی ہے پھر بھی ہم میں سے ہر ایک میں ابھی یہ مادہ پیدا نہیں ہوا کہ وہ اِس قسم کی مثالوں کی موجودگی میں بھی میری ہدایات کی پوری قدر کر سکیں۔ بِالعموم وہ ان امور کے متعلق اپنے دل میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ دنیوی مشورہ ہے ہم ان امور کے متعلق خود اچھی طرح سوچ سمجھ سکتے ہیں اس لئے ان باتوں کی زیادہ قدر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً میں نے وقت پر خدا تعالیٰ سے خبر پا کر جماعت کو 2، 3 سال ہوئے 1942ء کے آخر یا 1943ء کے شروع میں اطلاع دی تھی اور جلسہ سالانہ کے موقع پر اِس خواب کو بیان بھی کر دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو خود اپنے گھروں میں کپڑے بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس دستکاری کو جاری کرنا چاہیے کیونکہ آئندہ کپڑے کے قحط کا امکان ہے۔ جس وقت میں نے یہ بات کہی تھی اُس وقت بازاروں میں ہر قسم کا کپڑا ملتا تھا گو مہنگا تھا مگر جہاں تک میرا خیال ہے ساری جماعت میں سے درجن دو درجن آدمیوں کے سوا کسی نے اِس امر کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر وہ دن آ گئے جب کپڑے کی اِس قدر تنگی ہوئی کہ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ ایک غریب احمدی نے مجھے لکھا کہ میرے پاس ایک ہی کُرتا ہے اور وہ بھی جگہ جگہ سے پھٹ گیا ہے، اس کی باہیں بھی پھٹ گئی ہیں اور

پیچھے سے بھی پھٹ گیا ہے، نئے کُرتے کا تو سوال ہی نہیں، اس پھٹے ہوئے کُرتے پر پیوند لگانے کے لئے بھی مجھے کپڑا نہیں ملتا۔ اب یہ حال ہماری جماعت کا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ اس رؤیا کی بناء پر توجہ کرتے اور دل میں یہ خیال نہ کر لیتے کہ یہ ایک دنیوی امر ہے اِس کا دین کے ساتھ کیا تعلق ہے اور گھروں میں سُوت کاتا جانے لگتا اور کپڑا بنوایا جانے لگتا تو تم دیکھ لیتے کہ دنیوی تکالیف کا دُور ہو جانا تو الگ رہا ہمارے سلسلہ کی طرف سے ایک عظیم الشان پروپیگنڈا ہوتا اور تبلیغ بھی خوب ہو جاتی۔ ہزارہا احمدی شہروں میں جب باوجود کانگرس کی مخالفت کے کھدر پہنے ہوئے نظر آتے، سارے نہ سہی اُن لوگوں کو نکال کر جن کے پاس پہلے سے کافی کپڑے موجود تھے باقی جن کے پاس کپڑے نہیں تھے اور جنہوں نے بڑی بڑی تکالیف اٹھا کر بلیک مارکیٹ سے کپڑا خریدا اگر ایسے لوگ کھدر پہنتے تو کتنا پراپیگنڈا ہوتا اور ہماری جماعت کے لئے کتنا مفید ہوتا۔ مثلاً ایک بیرسٹر کورٹ میں، کھدر کے کپڑے پہن کر جاتا تو بیسیوں بیرسٹر پوچھتے کیا آپ کانگرسی ہو گئے ہیں؟ آپ تو کانگرس کی مخالفت کیا کرتے تھے اور کھدر کا کپڑا پہننے کا تو گاندھی جی کا حکم تھا آپ نے کھدر کیوں پہننا شروع کر دیا؟ اور وہ کہتے ہمارے امام نے خواب دیکھی ہے کہ کپڑے کی قلّت ہونے والی ہے اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ ان غریبوں کے لئے قربانی کر کے آسودہ حال لوگ کھدر پہننا شروع کر دیں تو ایک سال کے اندر اندر دس بیس لاکھ آدمی اِس خواب کے گواہ ہو جاتے۔ اور 1943ء کے آخر اور 1944ء کے شروع میں جب کپڑے کی قلت ہوتی تو لکھوکھہا آدمی ایک دوسرے سے کہتے دیکھو وہ خواب پوری ہو گئی، دیکھو وہ خواب پوری ہو گئی۔ تو بظاہر کھدر جسمانی چیز ہے اور کھدر پہننا دین کا جزو نہیں، ہم اس بارہ میں کانگرس کی سخت مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اگر دینی جزو ہوتا اس کی مخالفت کیوں کرتے۔ مگر اس خواب کی بناء پر اس کا پہننا اشاعتِ اسلام کا موجب ہو جاتا اور اشاعتِ دین کا موجب ہو جاتا۔ لاکھوں انسان کہتے ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے احمدیوں کو کھدر پہنے ہوئے دیکھا تھا اور جب اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ خواب سنائی تھی۔

دیکھو قبل از وقت شائع کی ہوئی خواب بعض اوقات نسبتی طور پر ادنیٰ ہوتی ہے لیکن اس کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے جنگ کے شروع ہونے سے بھی پہلے رؤیا دیکھا تھا اور

اُسی دن چند آدمیوں کو سنا دیا تھا گو اخبار میں نہیں دیا تھا کہ جرمنی طاقت پکڑ گیا ہے اور اس کے غلبہ سے متأثر ہو کر حکومتِ انگلستان نے حکومتِ فرانس سے درخواست کی ہے کہ ہم اور تم ایک ہو جائیں اور اپنی قومیتوں کو متحد کر دیں۔ یہ اِس قسم کا واقعہ تھا کہ اس کی ایک بھی مثال تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ ایسے خبیث بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں جنہوں نے آبِ زمزم میں پیشاب کرنے کی کوشش کی، ایسے بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے نبیوں کو قتل کرنے کی کوشش کی، ایسے بھی تھے جنہوں نے خانہ کعبہ کو گرانے کی کوشش کی، ایسے بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے ظلم سے دوسری چھوٹی قوموں کو اپنے قبضہ میں لانے کی کوشش کی۔ ہر قسم کی برائیوں والے پائے جاتے ہیں اور ہر قسم کی خوبیوں والے بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا کہ برابر کی دو قوموں میں سے کسی ایک نے دوسری کو متحدہ قومیت کی دعوت دی ہو۔ یہ دنیا میں پہلی مثال تھی۔ اس لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خیال اور قیاس تھا کیونکہ خیال اور قیاس سے اخذ کی ہوئی بات ایسی ہوتی ہے جو دس سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ بیس سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ یا سو سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ یا ہزار سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ یا دس ہزار سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ یا لاکھ، دس لاکھ، کروڑ سال میں ایک دفعہ وقوع میں آچکی ہو۔ یا جب سے کہ نسلِ انسانی جاری ہوئی ہے اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک ایک دفعہ ہی وقوع میں آچکی ہو۔ ایسی بات کے متعلق لوگ کہہ سکتے ہیں کہ خواب شاید خیال کا اثر ہو پچھلے بیس سال کے عرصہ میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا تھا۔ اگر سو سال کے عرصہ میں ایسا ہو جاتا تو کہہ سکتے تھے کہ سو سال کی بات ہے اب خیال میں آگئی۔ اگر ہزار سال کے عرصہ میں ایسا ہو جاتا تب بھی کہہ سکتے تھے کہ پچھلے ہزار سال میں ایک دفعہ ایسا ہو گزرا ہے۔ کہیں پڑھا ہو گا خیال میں آ گیا، پر آدمؑ کی پیدائش سے لے کر اب تک چھ ہزار سال ہمارے مذہب کی رو سے اور لکھو کھہا سال سائنسدان لوگوں کی رو سے ہو گئے۔ لیکن ان لکھو کھہا سالوں یا چھ ہزار سال میں کروڑہا آدمی جو ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں اور سینکڑوں حکومتیں ہوتی چلی آئیں ان میں سے کسی پر بھی ایسا واقعہ نہیں گزرا۔ گویا آدمؑ سے لے کر 1940ء تک دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال کہیں نہیں پائی جاتی۔ مگر چونکہ

اس خواب کی اشاعت واقعہ سے پہلے نہیں ہوئی اس لئے جنہوں نے اس کو سنا تھا وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا کو اس کا ثبوت کس طرح دیں گے کیونکہ یہ خواب قبل از وقت اخبارات میں نہیں چھپی۔ اس کے مقابلہ میں مسٹر ماریسن کے متعلق جو پیشگوئی ہوئی باوجودیکہ وہ اہمیت کے لحاظ سے اس پہلی خواب کا سینکڑواں حصہ بھی نہیں لیکن اس کا اثر بے انداز ہوا ہے۔ جماعت کے دوست بھی اس کا خوب پروپیگنڈا کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خبر قبل از وقت اخبار میں چھپی ہے۔ اب دشمنوں پر اس کا اثر ہوگا اور غیر بھی اس کا اثر قبول کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج ہی اس بارے میں شمس صاحب کی تار آئی ہے جو ترجمہ کر کے اخبار میں شائع کر دی جائے گی جس سے پیغامیوں کے جھوٹے پروپیگنڈا کا بھی رد ہو جائے گا۔ اس تار میں لکھا ہے کہ دو اخباروں نے مسٹر ماریسن کی پیشگوئی کے متعلق مضمون شائع کئے ہیں۔ جن میں سے ایک اخبار "ڈیلی میل" (Daily Mail) ہے (جو تیس چالیس لاکھ تک روزانہ شائع ہوتا ہے اور دنیا کا سب سے بڑا اخبار سمجھا جاتا ہے) اس میں پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے لکھا ہے کہ مسٹر ماریسن آج لیبر پارٹی کا سب سے زیادہ طاقتور انسان ہے اور اس کا مستقبل اور بھی یقینی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے ایک شخص نے خواب کے ذریعہ پہلے سے بتا دیا ہے کہ انگلستان میں چالیس سال تک ایسا آدمی پیدا نہیں ہوگا۔ اور پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ ہمیں خوشی ہے کیونکہ اس پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان پر جو آئندہ مصیبتیں آنے والی ہیں انگلستان ان سے پیشگوئی کے ماتحت فاتح کی حیثیت سے عُہدہ برآ ہوگا۔ اور پھر اس کے آگے لکھا ہے کہ مسٹر ماریسن انگلستان کا سٹالن ہے۔ اسی طرح "گزٹ اینڈ برونیوز" نے اس خواب کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ اس علاقہ کا اخبار ہے جس میں ہماری مسجد ہے۔ اس نے چھ سطری موٹے ہیڈنگز کے ساتھ جو ایک غیر معمولی بات ہے شائع کیا ہے کہ ہندوستان کا پیشگوئی کرنے والا ملہم ایک خواب کی بناء پر یہ کہتا ہے کہ مسٹر ماریسن برطانیہ کا بہت بڑا آدمی ثابت ہوگا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور ایڈیٹر پیغام صلح کہتے ہیں کہ یہ تو ہر ایک کو معلوم تھا۔ جس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ دنیا کے پردہ پر کسی کو معلوم نہ تھا لیکن اہل حدیث کے دفتر اور مولوی محمد علی صاحب کے گھر میں سب کو معلوم تھا کہ یہ کتنا ظلم ہے کہ باوجود انہیں اس امر

کے معلوم ہونے کے کہ جو خواب میں نے بتائی ہے اُس کا مضمون سب کو معلوم ہے اُس وقت یہ لوگ خاموش رہے اور اس کی تردید نہ کی۔ چاہیے تھا کہ اُس وقت کہتے کہ یہ لغو بات ہے یہ تو ہو کر ہی رہے گی کیونکہ اس کا علم پہلے سے ہر اِک کو ہے۔ لیکن اُس وقت تو خاموش رہے اب بعد میں کہہ رہے ہیں سب کو معلوم تھا۔

تو بعض دفعہ ایک خبر شائع ہو کر چاہے چھوٹی ہو بھاری ہو جاتی ہے۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ میری بات کی قدر کرتے اور کھدر پہننا شروع کر دیتے اور یہ نہ سمجھتے کہ یہ دنیوی بات ہے کیا ہوُا اگر دو روپے کی بجائے تین روپے کا لٹھا لے لیا۔ اس میں دین کا کیا نقصان ہے، ہم نے اپنی ذات پر ہی روپیہ خرچ کرنا ہے دو روپے کی بجائے تین روپے کپڑے پر خرچ کر لئے اور ایک روپیہ جو خوراک پر خرچ کرنا تھا خوراک پر خرچ نہ کیا کپڑے پر کر لیا تو کیا ہوُا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے اور ہزارہا آدمی کھدر پہنے پھرتے تو آج دنیا پر اس کا اتنا اثر ہوتا کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ تو بعض اوقات لوگ دنیوی بات سمجھ کر اسے رد کر دیتے ہیں اور اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔

اِسی قسم کی وہ بات بھی ہے جو میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے اس کے متعلق بولنے کی توفیق ملی کیونکہ اتنا بولنے کے ساتھ ہی میرے دانت میں درد شروع ہو گئی ہے۔ جماعتی ترقیاں جہاں اس بات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کہ سچائی اُس قوم میں موجود ہو جہاں اِس بات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کہ دلائل اُس قوم میں موجود ہوں، جہاں اس بات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کہ تبلیغ اُس قوم میں موجود ہو اور جہاں اس بات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کہ عمل اُس قوم میں موجود ہو وہاں دنیا اِس کے علاوہ کچھ اَور بھی چاہتی ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہوتا کہ سچائی ہو۔ ضروری نہیں کہ سچائی دنیا میں ہمیشہ جیت جائے۔ ہزارہا دفعہ سچائی مٹ جاتی ہے۔ قرآن کریم سچا تھا جھوٹا نہیں تھا مگر کس طرح گزشتہ دو صدیوں میں عیسائیت کے مقابلہ میں ہر میدان میں اسے شکست ہوئی اور عیسائیت غالب ہو گئی۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں سچائی تو موجود تھی لیکن اِسے سمجھ کر اِس سے دلائل نکالنے کا کام مسلمانوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اور جو تھوڑے بہت دلائل تھے چونکہ وہ موجودہ زمانے کے اعتراضات کے ردّ کے لئے کافی نہ تھے

اِس لئے اسلام عیسائیت جیسے مُردہ مذہب کے مقابلہ میں شکست کھا گیا۔ اور اگر دلائل بھی مہیا ہو جائیں اور بعض نے مہیا کئے بھی تو دوسری چیز مبلغ ہوتے ہیں اور مبلغین سے اسلام خالی تھا۔ پھر اگر چند مبلغ تھے تو بد عمل تھے۔ دنیا کی نگاہ دلائل کو ہی نہیں دیکھا کرتی بلکہ عمل کو بھی دیکھتی ہے۔ یہ درست ہے کہ دین خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے آتا ہے، یہ بھی درست ہے کہ دین کا تعلق انسان کی روحانی اصلاح کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر اِس میں بھی شُبہ نہیں کہ انبیاء جب کبھی دنیا میں پیدا ہوئے ہیں تو دین کو ماننے والے لوگوں کے حالات دینی طور پر ہی درست نہیں ہوئے بلکہ دنیوی طور پر بھی درست ہو گئے۔ ہم دیکھتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام دین کو قائم کرنے کے لئے آئے اور ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام آئے تو ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ جب حضرت زرتشت علیہ السلام آئے تو ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ حضرت کرشن علیہ السلام آئے تو ان کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ اور سب سے آخر سب نبیوں کے سردار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اُن کے ذریعہ ایک نیا نظام قائم ہوا۔ انہوں نے بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ سے ہی نہیں ملایا اور روحانیت کو ہی درست نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ لازمی نتیجہ کے طور پر، طبعی نتیجہ کے طور پر اور عقلی نتیجہ کے طور پر آپؐ کی جماعت دنیا میں بھی ترقی کر گئی۔ دنیا میں نبی آتے ہیں تو دنیوی نظام کی ترقی کے لئے کیا کہتے ہیں؟ یہی کہ اپنے کھانے پینے کی طرف زیادہ توجہ نہ کرو، اپنے وقتوں کو ضائع نہ کرو، اپنے دماغوں کو ضائع نہ کرو، لہو ولعب میں اپنا وقت نہ لگاؤ، جہالت اور تاریکی سے دور بھاگو اور یہی چیزیں دنیوی ترقی کے لئے بھی ضروری ہیں۔ جس قوم میں یہ چیزیں پیدا ہو جائیں وہ لازمی طور پر دنیا میں ترقی کر جاتی ہے۔ جو بھی کہے گا سستی نہ کرو، جہاد کا موقع آئے تو اپنے آپ کو آگے پیش کرو۔ جہاد تو ہر وقت نہیں ہوتا۔ مگر طالب علم کے لئے پڑھائی کا موقع ہر وقت ہوتا ہے۔ جو جہاد کے موقع پر اپنے آپ کو پیش کرے گا وہ پڑھائی کے وقت بھی کسی سے پیچھے نہیں ہو گا۔ جب نبی کہے گا تم جہالت سے دور رہو، محنت کرو تو لازمی بات ہے کہ وہ جہاد

کے وقت بھی جہاد میں آگے بڑھے گا اور جنگ کا ہنر اچھی طرح سیکھے گا۔ لیکن اس عادت کے ہوتے ہوئے جہاد سے فارغ ہو کر ہل چلاتے وقت بھی تو یہ نصیحت کام آئے گی۔ وہ کھیتی باڑی کا ہنر بھی سیکھے گا اور محنت سے کام لے گا۔ اِسی طرح تجارت میں چُستی اور علم سے کام لے گا۔ جس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ علم حاصل کرو، قرآن کریم کو پڑھو۔ وہ قرآن کو بھی پڑھے گا لیکن آخر اس نے سارا وقت تو قرآن کریم نہیں پڑھنا۔ اس میں جو لکھا ہے کہ تم جغرافیہ پر غور کرو، تاریخ پر غور کرو، آسمان پر غور کرو، زمین پر غور کرو، اقتصادیات پر غور کرو۔ وہ ان سب پر غور کرے گا تو لازمی بات ہے کہ وہ صرف قرآن شریف ہی نہیں پڑھے گا بلکہ ساتھ ہی تاریخ اور جغرافیہ بھی پڑھے گا۔ تو گو براہ راست یہ چیزیں مقصود نہیں ہوتیں مگر دین کے ساتھ ان کو وابستگی ضرور ہے۔ دین کی اشاعت کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں صریح طور پر آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت یہ خواہشات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی تھیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے تا ہم دین کے لئے جو روپے کی ضرورت ہو اُس کو پورا کریں۔ اس باب میں بعض منافقین کا ذکر آتا ہے۔ منافقین کا ذکر اس لئے آتا ہے کہ انہوں نے وہ باتیں جو انہوں نے کہی تھیں پوری نہ کیں۔ وہ یہ خواہش کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم دین کے لئے روپیہ خرچ کریں۔ مگر جب توفیق ملتی تھی تو کوتاہی کرتے تھے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ میرے لئے دعا کریں کہ مجھے مال مل جائے تا میں دین کی راہ میں خرچ کروں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس پر ناراض نہیں ہوئے بلکہ دعا فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواہش کرنا منع نہیں بلکہ بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس کا مال اِتنا زیادہ ہو گیا کہ جس میدان میں اُس کا گلّہ کھڑا ہوتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کسی کے لئے جگہ نہیں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب زکوٰۃ کے لئے اُس کے پاس آدمی بھیجا تو اس نے جواب میں کہا کہ ہر وقت چندے کی فکر رہتی ہے میرے پاس جتنا مال ہے گلّے کو کھلانے کے لئے اور ان کے نگرانوں پر خرچ ہو جاتا ہے چندہ کہاں سے دوں۔ چونکہ دعا کے ذریعہ اُس کو یہ مال ملا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کے

لئے یہ سزا تجویز فرمائی کہ آئندہ اس سے زکوٰۃ نہ لی جائے۔ بعد میں اُس کو نیکی کا خیال آیا مگر اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو چکے تھے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا مجھ سے زکوٰۃ لے لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زکوٰۃ نہیں لی اُس سے زکوٰۃ مَیں نہیں لے سکتا۔ حالانکہ زکوٰۃ خدا تعالیٰ کا حکم ہے مگر باوجود اِس کے کہ وہ دیتا تھا آپؓ نہیں لیتے تھے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ وہ ہر سال زکوٰۃ میں ایک بہت بڑا گلّہ لاتا تھا اور کہتا تھا مجھ سے زکوٰۃ لے لیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ ہر بار یہ کہتے کہ میں تمہاری زکوٰۃ نہیں لے سکتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمہاری زکوٰۃ نہیں لی۔ اور وہ یہ سن کر روتا ہوا چلا جاتا تھا۔ 1

سو یہ خواہش صحابہؓ کے دل میں بھی ہوتی تھی۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں دین کی فلاں تحریک میں حصہ لوں اور دین کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے روپیہ دوں اور اُس کے پاس روپیہ نہیں ہوتا تو اُس کے دل میں اُبال اٹھتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ کاش! میرے پاس روپیہ ہوتا تا میں بھی خرچ کرتا۔ میں نے کئی دفعہ یہ مثال سنائی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ایک دفعہ منشی اروڑا صاحب تشریف لائے اور کہلا بھیجا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں باہر گیا تو انہوں نے مجھے پانچ یا دس پاؤنڈ صحیح تعداد مَیں کسی اَور وقت بتا چکا ہوں اِس وقت یاد نہیں مجھے دیئے اور کچھ کہنا چاہا۔ مگر کہنے سے پہلے چیخیں مار کر رو پڑے۔ اتنا رونا شروع کیا کہ ہچکی بند نہ ہوتی تھی۔ میں پریشان کھڑا تھا کہ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر پتہ ہو تو انسان خود ان جذبات میں شامل ہو جاتا ہے مگر مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کیوں رو رہے ہیں۔ پانچ دس پاؤنڈ میرے ہاتھ میں رکھ کر رونے لگ پڑے۔ کچھ دیر بعد میں یہ سمجھ کر کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کی وجہ سے رو رہے ہیں کہنا شروع کیا منشی صاحب! صبر کریں، اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی۔ میرے منع کرنے پر بجائے ہچکی بند ہونے کے وہ زیادہ زور سے رونے اور چیخنے لگے اور روتے چلے گئے، کچھ دیر بعد آخر چپ ہو گئے اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریکات کے مواقع پر دل میں خیال ہوتا تھا کہ میں کافی مقدار میں سونا لے کر حضور کی خدمت

میں حاضر کروں۔ لیکن جب کبھی بھی میرے پاس پانچ سات روپے جمع ہو جاتے مجھ سے رہا نہ جاتا اور میں قادیان چل پڑتا۔ قادیان آکر حضور سے مل کر نذرانہ پیش کر دیتا۔ اِسی طرح دن گزرتے گئے، ہمیشہ خواہش ہوتی کہ سونا پیش کروں مگر ہمیشہ ہی جب پانچ چھ روپے جمع ہو جاتے تو برداشت نہ ہوتا تھا اور میں قادیان آجاتا تھا۔ ان کی تنخواہ شروع میں دس پندرہ روپے ہوتی تھی۔ کتنا بھی کم خرچ کرو اتنی تنخواہ میں سے ایک دو روپے ہی بچائے جاسکتے ہیں۔ پس پانچ چھ روپے جمع ہونے میں کئی ماہ لگ جاتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب وہ تحصیلدار ہو گئے۔ اُس وقت انہوں نے روپیہ جمع کرنا شروع کیا اور ان کو پاؤنڈوں میں تبدیل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ جب میں نے کچھ پاؤنڈ جمع کئے تو حضرت صاحب فوت ہو گئے۔ اتنا کہہ کر وہ پھر رونے لگ گئے۔ پھر کئی منٹ تک روتے رہے۔ آخر اپنے نفس پر قابو پایا اور یہ فقرہ کہا جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے تو میرے پاس سونا نہ آیا اور جب میرے پاس سونا آیا تو وہ فوت ہو گئے۔ یہ کہہ کر پھر رونا شروع کر دیا اور ان سب باتوں میں قریباً نصف گھنٹہ لگ گیا۔ پھر انہوں نے آخر میں کہا اب میری طرف سے یہ حضرت اماں جان کو دے دیں۔ اب میں یہ رقم اُن کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تو مومن کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہ لازمی اور قدرتی بات ہے جب ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ دین کی تِکّہ بوٹی اُڑائی جارہی ہے، جب ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ دین کی بے حرمتی کی جارہی ہے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے تو اِس کے بعد کسی انسان کا دل کس طرح تڑپ سے خالی رہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے تو میں دین کی خوب خدمت کروں۔

پس ہمیں چاہیے کہ جہاں ہم دین کی ترقی کے لئے کوششیں کریں وہاں دنیوی ترقی کے لئے بھی سامان مہیا کریں۔ اور ان سامانوں کو مہیا کرنے کے لئے ہماری جماعت کی طرف سے کوشش ہوتی رہتی ہے۔ اس کے لئے ایک محکمہ بنا ہوا ہے۔ جہاں کہیں کوئی نوکری خالی ہوتی ہے اور اُسے اِس کا پتہ لگتا ہے تو محکمہ کوشش کرتا ہے کہ کوئی احمدی وہ جگہ لے لے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ خود غرضی کے ماتحت کیا گیا ہے۔ اگر ہمیں پندرہ کی بجائے بیس

ملے ہیں تو جماعت کے چندے میں بھی تو اضافہ ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے خود غرضی قرار دیتا ہے تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے دین سے محبت نہیں۔ تمہیں دین سے محبت ہے اس میں ہماری عزت ہے نہ کہ بے عزتی۔ لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ خود غرضی نہیں کی گئی بلکہ یہ کام دین کی خاطر کیا گیا ہے اور اس سے مجھے بھی فائدہ پہنچا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو دین میں شامل کیا اور اس میں بھی ہماری ہی عزت ہے۔ بہر حال ہماری یہ کوشش رہتی ہے کہ احمدیہ جماعت کے لوگ ایسے کام اختیار کریں جن کی وجہ سے جماعت کی اقتصادی حالت ترقی کرے۔

میں نے پچھلے سال اس بات پر بڑا زور دیا تھا کہ جماعتوں کی ترقی کے لئے تجارت کی ترقی بڑی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ زمیندار اپنی زمینوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر ایک جماعت کے پاس اتنی زمین ہے کہ فرض کرو دس کروڑ روپیہ سالانہ اُس کو آمدنی ہوتی ہے لیکن سیاسی حالات ایسے ہو جاتے ہیں کہ اُس کو اپنا ملک چھوڑنا پڑتا ہے تو دس کروڑ والی جماعت دس پیسے کی حیثیت کی بھی نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہ زمین اٹھا کر ساتھ نہیں لے جا سکتی۔ لیکن اگر کسی تاجر کے پاس دس لاکھ روپیہ ہے اور اُسے ملک چھوڑنا پڑتا ہے تو وہ دس لاکھ نہیں تو آٹھ نو لاکھ روپیہ ضرور ساتھ لے جائے گا۔ کیونکہ اس کا روپیہ حرکت کرنے والا ہے اور زمیندار کا روپیہ حرکت کرنے والا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں ہل آ گیا وہ ذلیل ہو گئی۔ 2 اس کا یہ مطلب نہیں کہ زمین میں ہل چلانے کی وجہ سے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اس پر کوئی دوسری قوم قابو پا لیتی ہے تو پھر وہ بے بس ہو جاتی ہے کیونکہ وہ زمین اپنے ساتھ لے کر نہیں جا سکتی جو اس کی کمائی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ لیکن جو تاجر اور صنّاع ہوتے ہیں اُن کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک رنگریز ہے اُس کو اُس کے ملک سے باہر نکال دو اور کہیں پھینک دو وہ اپنی آمدنی اپنے ساتھ لے جائے گا کیونکہ اُس کا مال اُس کے دماغ میں ہے۔ وہ جاپان جا کر بھی اپنا کام کر لے گا، وہ چین جا کر بھی اپنا کام کر لے گا، وہ امریکہ جا کر بھی اپنا کام کر لے گا۔ آخر ساری دنیا میں ایک حکومت نہیں ہوتی۔ اگر آدھی دنیا بھی اُس کی مخالف ہو گی تو آدھی اُس کے حق میں سمجھ لو۔ اگر 9/10 بھی اُس کی

مخالف ہو گی تو 10 / 1 تو ضرور اُس کے حق میں ہو گی وہ وہاں جا کر اپنا کام کر لے گا۔

یہودی فلسطین میں زمیندار بننے کی کوشش کر رہے ہیں مگر یہ ان کے لئے سخت نقصان دِہ ہے۔ ان کی شُہرت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں تجارت ہے۔ یہی تجارت ان کو امریکہ میں لے جاتی ہے، فرانس میں لے جاتی ہے، جرمنی میں لے جاتی ہے، روس میں لے جاتی ہے۔ اور جہاں جاتے ہیں اپنے مال کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں رسوخ بڑھا لیتے ہیں۔

میں نے پچھلے سال توجہ دلائی تھی کہ جماعت کے تاجروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ متحد ہو جائیں۔ مگر باوجود میرے بار بار توجہ دلانے کے تاجروں نے سمجھ لیا کہ ہمیں بَھلا کیا ضرورت ہے کہ ہم اِس قسم کے اعلانات کی طرف توجہ کریں۔ ہم کامیاب تاجر ہیں ہمیں ان کے مشوروں کی کیا ضرورت ہے۔ اور ان محکموں سے کیا غرض۔ حالانکہ تنظیم اِس قدر ضروری چیز ہے کہ مجھے ایک دفعہ سر آغا خان کے ایک مرید نے جو بڑی پوزیشن رکھنے والے ہیں سنایا۔ میں نے ایک دفعہ سر آغا خان سے کہا کہ اگر ہماری اولاد سے کسی کا ایمان آپ پر نہ رہے تو کیا کریں؟ سر آغا خان نے جواب میں کہا بے شک وہ جو عقیدہ چاہے رکھیں مگر ان سے کہو کہ اپنے جتھے کو قائم رکھیں۔ صرف مجھ کو تم سے فائدہ نہیں بلکہ تم کو بھی مجھ سے فائدہ ہے۔ تم میں سے اگر کسی کو وائسرائے کے پاس کسی غرض کے لئے جانا ہو تو ضروری نہیں کہ ہر ایک وائسرائے کے پاس جا سکے اور نہ ہر ایک جا سکتا ہے۔ ہاں میں اُس کے پاس جا سکتا ہوں۔ اِس لئے سیاسی لحاظ سے جتھے کو قائم رکھو۔ اور ایمان کے لحاظ سے خواہ تمہاری کوئی حالت ہو۔ پھر اُسی تاجر نے کہا اِس وقت دو بیٹے آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ان میں سے ایک احمدی خیال کا ہے اور ایک سنّی خیال کا۔ میں اِن دونوں سے کہتا ہوں کہ بے شک تم احمدی ہو جاؤ یا بے شک تم سنّی ہو جاؤ۔ مگر بظاہر لوگوں سے کہا کرو کہ ہم سر آغا خان کے مرید ہیں کیونکہ سر آغا خان کی مدد بھی ہمیں کام دے جاتی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے خواہ یہ بات کس قدر ناپسندیدہ ہو مگر اس میں کیا شک ہے کہ جن اقوام کے جتھے ہیں وہ بڑی طاقت پکڑ جاتی ہیں۔ اگر دین سے آزاد ہو کر لوگ جماعت بندی سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ دین کے ساتھ جتھا بندی اَور بھی زیادہ

مفید ہو گی۔ پس اگر ہماری جماعت کے تاجر بھی منظم ہو جائیں تو ان کی ترقی کے لئے بہت بڑے بڑے اور نئے نئے راستے کھل جائیں گے۔ اگر منظم صورت میں نہ رہو گے تو اکیلا انسان کوئی حقیقت نہیں رکھتا چاہے کروڑپتی کیوں نہ ہو۔

ہندوستان میں بعض کروڑ پتی ایسے ہیں جو امریکہ کے کروڑ پتیوں سے کم نہیں مگر امریکہ کے کروڑ پتیوں کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اِس لئے کہ امریکہ کے کروڑ پتی کے ساتھ ہزارہا لاکھ پتی بھی ہوتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے کروڑ پتی کے دائیں بائیں کوئی بڑا آدمی نہیں ہوتا۔ اِس لئے اُس کی سنی جاتی ہے اور اِس کو کوئی نہیں پوچھتا۔ تو تنظیم بڑی چیز ہے افسوس ہے کہ ایک سال گزر گیا مگر جماعت نے اِس کی طرف توجہ نہیں کی۔ شاید یہ وجہ ہے کہ ان میں سے جو کامیاب تاجر ہیں اُنہوں نے یہ سمجھا کہ کیا ہم ان سے سیکھیں گے یا ان کو سکھائیں گے۔ ہم تو خود کامیاب تاجر ہیں محکمہ ہمیں کیا سکھلائے گا۔ محکمہ کا انچارج دس روپے تو کمانے کے قابل نہیں۔ اُن کو اِس بات کا علم ہونا چاہیے کہ تنظیم کمانے کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ وہ کونسی چیمبرز آف کامرس ہے جس نے آپ روپیہ کمایا ہو؟ اور وہ کونسی ٹریڈ ایسوسی ایشن ہے جس نے خود روپیہ کمایا ہو؟ چیمبرز آف کامرس اور ٹریڈ ایسوسی ایشن روپیہ نہیں کمایا کرتی۔ وہ تنظیم کر کے تاجروں کو ایک نئی طاقت دیتی ہے۔ اس لئے یہ خیال کر لینا کہ اس کے چلانے والے اپنی ذات میں ماہر نہیں ایسی ہی بات ہے جیسے لیبر پارٹی اپنے افسر مزدور مقرر کر دے۔ اب سر کرپس مزدوری کیا جانیں؟ مگر لیبر پارٹی سمجھتی ہے کہ اس پارٹی کو مضبوط کرنے کے لئے ایسے لوگوں کے دماغوں کی ضرورت ہے جو تنظیم کرنے کے اہل ہوں۔ خواہ وہ ہمارے پیشے کے نہ ہوں۔ تو مرکز چاہے تجارت سے ناواقف ہو مگر تنظیم بغیر مرکز کے کوئی نہیں کر سکتا۔ لاہور اور دہلی کے تاجر ہمارے سارے ہندوستان کے تاجروں کی تنظیم کس طرح کر سکتے ہیں۔ اُن کی سُنے گا کون۔ لیکن مرکز کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اس کو یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ہر تاجر کو حکماً اس تنظیم میں شامل ہونے کو کہے اور اس حکم پر کوئی تاجر احمدی رہتے ہوئے اس تنظیم سے باہر نہیں رہ سکتا۔ لیکن ابھی ہم جبر نہیں کرتے ہم اخلاص سے سب کو اِس میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر جبر کرنا ہو تو کر سکتے ہیں۔ لیکن لاہور، دہلی، کلکتہ یا

سکندر آباد کے تاجر جبر نہیں کر سکتے۔ تو جس قدر جبر اور تحکّم کا پہلو ہے وہ مرکز ہی کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز کی طرف بھی میں نے توجہ دلائی تھی اور اب اُس کا موقع ہے۔ ہمارے جنگ میں قریباً سولہ ہزار احمدی گئے ہیں جو واپس آئیں گے جن کا چندہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے پانچ چھ ہزار کے قریب ایسے ہیں جنہیں فوج میں رکھ لیا جائے گا۔ پانچ چھ ہزار ایسے ہیں جو واپس آکر زمیندارہ کام میں لگ جائیں گے۔ ان کے گھر میں کھانے پینے کو ہو گا وہ پسند نہیں کریں گے کہ اَور کام کریں۔ ان کے باپ انہیں کہیں گے کہ پانچ چھ سال نوکری کر لی اور کافی کما لیا جتنا قرضہ تھا اُتر گیا تمہاری ماں تمہارے لئے گھر میں اداس بیٹھی ہے تم اب یہیں رہو، ہل کو پکڑو اور میرے ساتھ کام میں شامل ہو جاؤ۔ پانچ چھ ہزار اِس طرح لگ جائیں گے۔ باقی پانچ چھ ہزار ایسے ہوں گے جن کے لئے گزارے کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ وہ تعلیم یافتہ تو ہوں گے لیکن گورنمنٹ کے دفاتر میں ان کو کوئی جگہ نہیں ملے گی۔ زمیندار ہوں گے لیکن ان کی زمینداریاں اتنی چھوٹی ہوں گی کہ اگر وہ گھر میں آ گئے تو بجائے آرام کا موجب بننے کے دوسرے بہن بھائیوں اور والدین کے لئے تکلیف کا موجب بنیں گے۔ بھائی کہیں گے کہ پہلے ہمیں اگر آدھی روٹی مل جاتی تھی تو اب اِس کے آجانے کی وجہ سے ایک پاؤ ملا کرے گی۔ کھانے کے لئے گھر میں آ گیا ہے کوئی کام تلاش نہیں کرتا۔ اس کا گھر میں آنا محبت کا موجب نہیں ہو گا۔ اُس کے گھر آنے پر وہ ظاہراً اُسے خوش آمدید کہیں گے اور تپاک سے ملیں گے لیکن دل میں کہیں گے مرا ابھی نہیں وہاں۔ یہ حالت ان کی ہو گی۔ ایسے لوگوں کی شرافت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے لئے اَور کام تلاش کریں بجائے اِس کے کہ گھروں میں آکر بیٹھ جائیں۔ اور اس موقع سے فائدہ اٹھائیں جو ان کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ بجائے گھر میں بھوکا مرنے کے اُس میدان میں مریں جہاں دین کی بھی خدمت ہوتی چلی جائے اور ان کی اپنے مستقبل کے متعلق بھی امید بڑھتی چلی جائے۔ کوئی مستقبل ایسا نہیں جو سو فیصدی کامیاب ہو۔ ہر جگہ کامیابی کی امید پچاس فیصدی سمجھی جاتی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو دو فیصدی کی امید پر اپنی جانیں دے دیتے ہیں۔ پچاس فیصدی امید تو بہت بڑی چیز ہے۔ ہماری تنظیم کے ماتحت میں یہ سمجھتا ہوں کہ دینِ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے

پانچ ہزار مبلغین کا ملنا بڑا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں پانچ ہزار سپاہی ملے تھے۔ پہلی تشریح تو پانچ ہزار آدمیوں کی تحریک جدید میں شامل ہونے والوں کی ہم نے کی۔ وہ چندہ دیتے ہیں اور دیتے چلے جائیں گے۔ مگر یہ ایک شق بھی ہے کہ پانچ ہزار احمدی اس طرح دنیوی کام کریں کہ دین کے مبلغ بھی ہوں۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے اندر کئی شقیں رکھتی ہیں۔ جہاں پانچ ہزار سے مراد یہ ہو سکتی تھی کہ پانچ ہزار آدمی چندہ دے اور نسلاً بعد نسلٍ پانچ ہزار آدمی متواتر چندہ دیتا چلا جائے اور قیامت تک یہ سلسلہ چلا جائے۔ وہاں اس کے اَور کئی معنے بھی ہیں۔ اِس وقت سینکڑوں آدمیوں نے فوج میں سے چندہ لکھوایا ہے۔ جب وہ واپس آئیں گے تو ان کا چندہ بھی بند ہو جائے گا۔ جس کو فوج میں پانچ سو روپے ملتے تھے وہ پانچ سو چندہ دیتا تھا مگر نوکری چھوڑنے کے ساتھ پانچ کو اُڑا کر اُس کا چندہ صفر رہ جائے گا۔ جس کو دوسو تنخواہ ملتی تھی جب وہ نوکری سے علیحدہ ہو جائے گا تو نوکری کی علیحدگی کے ساتھ دو کو اُڑا کر اُس کا چندہ بھی صفر رہ جائے گا۔ اور ان کی بے کاری کے ساتھ ہی تحریک جدید کے تسلسل کا جو خیال تھا ٹوٹ جائے گا۔ یہ اِسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ پانچ ہزار آدمی چندہ دینے والے نئے پیدا ہوں۔ اور یہ نیا چندہ دینے والے اسی صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں جب پانچ ہزار آدمیوں کے لئے نیا کام مل جائے۔ پس یہ جو بے کار ہو کر آنے والے آدمی ہیں میں اُن کو نصیحت کرتا ہوں کہ بجائے اِس کے کہ گھر میں رہ کر فاقہ کریں وہ تجارت کی کوشش کریں۔ ایسی تجارت کی جو دینِ اسلام کے لئے بھی مفید ہو۔ ہندوستان میں پانچ سَو ایسے شہر ہیں جہاں تجارت کی منڈیاں ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ ہر ایک ضلع میں آٹھ دس یا پندرہ ایسے قصبے ہوتے ہیں جن میں دس پندرہ ہزار سے زیادہ آبادی ہوتی ہے۔ اس طرح پر اگر اُن کو بھی ملا لیا جائے تو یہ بجائے پانچ سو کے دو تین ہزار کے قریب قصبے نکل آئیں گے۔ ان میں سے بعض شہر ایسے ہیں جیسے کلکتہ ہے، مدراس ہے، کراچی ہے، دہلی ہے، پشاور ہے، الٰہ آباد ہے، حیدرآباد ہے، ٹراونکور ہے، ڈھاکہ ہے جہاں پر بیک وقت تیس تیس، چالیس چالیس آدمیوں سے ہم تجارت کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں صرف ایک آدمی کی شروع میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ان دو ہزار شہروں کی فی شہر اوسط دس آدمی بھی لگائی جائے تو

اس کے مطابق بیس ہزار آدمیوں کی گنجائش ہے اور یہ ابتدا ہے۔ قادیان میں دیکھو اِس وقت پانچ سَو آدمی تجارت کر رہے ہیں۔ کئی کھلی جگہوں پر اور کئی گھروں پر۔ تو ہمارے لئے یہ ایک بہت کامیاب راستہ ہے جس سے دین و دنیا دونوں کی بہتری کی صورت پیدا کی جاسکتی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ہم اپنی آواز کو بلند کرنے کے لئے ان دو ہزار جگہوں پر مبلغین نہیں رکھ سکتے۔ ان ساری جگہوں پر یہ بھی نہیں کہ ہمارے احمدی موجود ہوں۔ دو ہزار شہروں میں سے ڈیڑھ دو سو شہر ایسے ملیں گے جہاں ہمارے احمدی ہیں باقی اٹھارہ سو شہر ایسے ہیں جہاں کوئی احمدی نہیں۔ کچھ اس سے چھوٹے چھوٹے قصبے بھی تجارت کے قابل ہیں۔ یہ سات آٹھ ہزار کے قریب ہو جاتے ہیں۔ ان سات آٹھ ہزار قصبوں میں سے ڈھائی تین سو قصبے ایسے ہیں جہاں احمدی جماعتیں قائم ہیں۔ باقی پونے سات ہزار یا پونے آٹھ ہزار جگہیں ایسی ہیں جہاں کوئی احمدی نہیں۔ اگر ہم پونے سات یا پونے آٹھ ہزار آدمی تبلیغ کے لئے ان جگہوں پر بھیجیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر پونے سات یا پونے آٹھ لاکھ روپیہ ماہوار خرچ ہو گا اور تقریباً ایک کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہو گا۔ یہ تو ایک صورت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ہمیں محنت کرنے والے اور قربانی کرنے والے نوجوان مل جاویں جو ان جگہوں پر جا کر سلسلہ کی ہدایت کے مطابق تجارت کریں اور اس کام میں کامیاب ہو جائیں تو ان کی دس پندرہ لاکھ روپیہ ماہوار آمدنی ہو گی۔ اور دس پندرہ لاکھ سالانہ کا چندہ ان سے آئے گا۔ اب دیکھو کہ ایک صورت میں تو ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور دوسری صورت میں پندرہ لاکھ روپیہ آمد ہوتی ہے۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی اِسی میں ہو گی کہ تبلیغ بھی ہو اور بجائے اِس کے کہ خزانہ خالی ہو خزانہ بھرا رہے۔ اس کے لئے کئی لائنیں مرکز نے سوچی ہیں اور ان کے ذریعہ سے ایسے تاجروں کی ایک حد تک ہم بھی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے پرانے تاجر بھی اِس بات کی اہمیت کو سمجھیں کہ جو نئے تاجر ہیں ہم نے اُن کو کام سکھلانا ہے تو اس سے ان کا اپنا فائدہ بھی ہو گا۔ احمدی تاجروں کے بڑھنے سے منڈی میں ان کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی۔ تجارت کو رقابت ہی تباہ کرتی ہے۔ جس کا جتھا مضبوط ہو وہ بچ جاتا ہے اور جو کمزور ہو وہ اس رقابت میں تباہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح زمینداروں میں ہوتا ہے۔

کوئی تاجر کامیاب تجارت نہیں کر سکتا جب تک اُس کا جتھا مضبوط نہ ہو۔ دوسروں کے بینکوں کو توڑنے کے لئے بینک آپس میں سمجھوتہ کر لیتے ہیں اور تاجر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مقابل کے تاجروں کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مقابل والے کا جتھا مضبوط ہو تو وہ بچ جاتا ہے۔ اور اگر وہ جتھے والا نہ ہو تو مقابل کے تاجر اُس کا مقابلہ کر کے اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ آج احمدی تاجر انگلیوں پر گِنے جاسکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دو چار سو تاجر ہیں۔ اس کے مقابلہ پر مسلمانوں کے تاجر پچاس ساٹھ ہزار ہوں گے مگر اس کے باوجود وہ ہندوؤں کے مقابلہ میں نہیں پنپ سکتے کیونکہ ہندوؤں کے مقابلہ میں ان کا جتھا کمزور ہے۔ جہاں کہیں منڈی کا سوال آتا ہے یا ایجنسی کا سوال آتا ہے ہندو ہندوؤں کو دے دیتے ہیں اور مسلمان منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

کوئی پچیس سال کی بات ہے فوج میں سے ایک احمدی کو احمدیت کی وجہ سے نکالا گیا۔ میں نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو بھیجا کہ وہ اس بارہ میں افسرانِ بالا سے ملیں۔ وہ کمانڈر انچیف سے ملے تو انہوں نے جواب دیا آپ جو کچھ کہتے ہیں صحیح ہے لیکن میں بھی مجبور ہوں۔ ہمیں تین لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ کیا آپ تین لاکھ نوجوان دے سکتے ہیں؟ اگر نہیں دے سکتے تو احمدی اگرچہ مظلوم ہے ہمیں احمدی کو ہی نکالنا پڑے گا کیونکہ کثرت کو ہم ناراض نہیں کر سکتے۔ چودھری صاحب خفا ہو کر آ گئے اور مجھے یہ بات بتلائی۔ میں نے کہا جو کچھ انہوں نے کہا ہے ٹھیک ہے۔ حکومت مجبور ہے میں اس صورتِ حالات کو تسلیم کرتا ہوں۔ یہی حالت تجارت میں بھی ہے۔ اگر کسی بیرونی ملک میں بعض درد مند مسلمان، مسلمان اخباروں میں اشتہار دلانے کی تحریک کرتے ہیں اور وہاں کے تاجروں سے کہتے ہیں کیوں تم مسلمان اخباروں میں اشتہار نہیں دیتے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اخباروں کو پڑھنے والے کوئی تاجر بھی ہیں؟ اگر نہیں تو انہیں اشتہار دے کر کیا فائدہ؟ ہندو اگرچہ ہمیں گالیاں دیتے ہیں، ہمارے مال کے بائیکاٹ کی تلقین کرتے ہیں مگر ہر ہندو اخبار کے پڑھنے والے سو دو سو تاجر ہوتے ہیں۔ اگر سو بائیکاٹ کے دِلدادہ ہوں گے تو سَو ایسے بھی ہوں گے جو غیر ملکی مال لینے والے ہوں گے۔ اس طرح جب کسی جگہ پر ایجنسی لینی ہو تو جو بڑے بڑے کارخانے والے ہیں

وہ سوال کرتے ہیں کہ کہاں کہاں ہمارا مال پھیلا سکتے ہو۔ اگر وہ کہے کہ جناب اپنی دکان میں۔ تو تاجر کہے گا مجھے اس کو مال دینے کی کیا ضرورت ہے جس کی تجارت کا کوئی پھیلاؤ نہیں۔ یہ جو دوسرا آدمی ایجنسی لینے آیا ہے اُس کی دکان کی دو سَو شاخیں ہیں یا پچاس یا سَو شاخیں۔ وہ سارے ہندوستان میں اِس کام کو پھیلا سکتا ہے ہم اُس کو دیں گے تم کو نہیں دیں گے۔ تو یہ ساری باتیں معقول ہیں۔ ہم ان کا ردّ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم آرگنائزیشن کریں گے تو تجارت کے ایسے راستے کھل جائیں گے کہ جن کی وجہ سے ہم بیشتر قسم کی تجارت پر قابو پا سکیں گے۔ اور ہمیں اس کے لئے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ وہ نوجوان جو فوج سے فارغ ہوں گے اور وہ نوجوان جو نئے جوان ہوئے ہیں اور ابھی کوئی کام شروع نہیں کیا میں اُن سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی وقف کریں۔ ایسے رنگ میں نہیں کہ ہمیں دین کے لئے جہاں چاہیں بھیج دیں چلے جائیں گے۔ بلکہ ایسے رنگ میں کہ ہمیں جہاں بھجوایا جائے ہم وہاں چلے جائیں گے اور وہاں سلسلہ کی ہدایت کے ماتحت تجارت کریں گے۔ اِس رنگ میں ہمارے مبلغ سارے ہندوستان میں پھیل جائیں گے۔ وہ تجارت بھی کریں گے اور تبلیغ بھی۔ ہمیں بعض باتوں کی وجہ سے امید ہے کہ ایسے کام نکل سکیں گے جن کی وجہ سے ہم نئے کام کرنے والوں کو بہت سی امداد دے سکیں گے۔ اخلاقی لحاظ سے بھی اور مادی لحاظ سے بھی تنظیم کی وجہ سے ہم اخلاقی طور پر کامیاب تاجر ہیں۔ ان پر زور ڈالیں گے کہ وہ اپنے بھائیوں کو کھڑا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ان کے کھڑے ہونے سے وہ خود کھڑے ہوں گے۔

اِس وقت آگے آنے والے نوجوانوں کے لئے ترقی کا بہت سا امکان ہو گا۔ یہ چھ سات ہزار نوجوان تجارت کا کام کریں گے اور ساتھ تبلیغ بھی کریں گے اور اس طرح یہ چھ سات ہزار مبلغ ہمیں مفت میں مل جائیں گے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ ہم اُس دن کے امیدوار ہیں کہ ہمیں پانچ ہزار ساری زندگی وقف کرنے والے مبلغ مل جائیں بلکہ لاکھ یا اِس سے بھی زیادہ آدمی مل جائیں۔ مگر جب تک وہ دن نہیں آتے ہمیں اپنی تبلیغ کو وسیع کرنے کے لئے جو ذرائع میسر ہیں اُن کو تو استعمال کرنا چاہیے اور تاجروں کو باہر بھیجنا چاہیے۔ ہم زمینداروں سے تو نہیں کہہ سکتے کہ تم فلاں جگہ پر چلے جاؤ۔ کیونکہ وہ زمین کو ساتھ نہیں لے جا

سکتے لیکن تاجر دنیا میں ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں۔ زمیندار کے لئے جب تک دوسری جگہ پر اتفاقاً کوئی زمین کا ٹکڑا نہ بِک رہا ہو کسی جگہ کوئی گنجائش نہیں۔ مگر کوئی شہر ایسا نہیں جہاں تاجروں کے لئے ایک دو کی گنجائش نہ ہو۔ کوئی چھوٹے سے چھوٹا قصبہ نہیں ہو سکتا جہاں ایک مزید تاجر کی گنجائش نہ ہو۔ ہر ایک گاؤں اور قصبے میں ایک، دو، چار، پانچ، دس تاجروں کے لئے مزید گنجائش ہوتی ہے۔ مگر ہر گاؤں میں زمیندار کے لئے مزید گنجائش نہیں۔ بلکہ بعض گاؤں ایسے ہیں جہاں سے بعض زمینداروں کو نکالنا چاہیے کیونکہ وہاں دو دو، چار چار گھماؤں زمین زمینداروں کے پاس رہ گئی ہے جس پر گزراہ نہیں ہو سکتا۔ مگر تاجروں کے لئے ہر جگہ کھپت کی گنجائش ہے یا صنعت و حرفت کا دروازہ کُھلا ہے۔ یہ دونوں ملتی جلتی چیزیں ہیں۔ کوئی سائیکلوں کی مرمت کا کام شروع کر دے، کوئی موٹروں کی مرمت کا کام شروع کر دے یا اِسی قسم کا اَور کام شروع کر دے اور اِس طرح ہمارے نوجوان مختلف شہروں میں پھیل جائیں۔ کیونکہ ہر ایک جگہ ان کاموں کی گنجائش موجود ہے۔ اگر چار پانچ لاکھ بھی آدمی ہوں ہم ان کو دنیا میں کہیں نہ کہیں لگا سکتے ہیں۔ لیکن ایک زمیندار کو اُس کی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہیں بھیج سکتے۔ اگر زمیندار کو کہیں باہر بھیج دیں گے تو وہ دو کوڑی کا بھی نہیں رہے گا مگر تاجر دنیا کے ہر گوشہ میں کام نکال لیتے ہیں۔

انگلستان میں ہندوستانی کتنے ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ مگر پندرہ بیس ہزار آدمی وہاں بھی تجارت سے گزارہ کر رہے ہیں۔ سارے انگلستان میں قریباً دو لاکھ کے قریب ایشیائی رہتے ہیں۔ جنہیں انگلستان کے لوگ حقارت سے دیکھتے ہیں مگر وہ اپنے پیشوں کی وجہ سے کامیاب ہو رہے ہیں۔ لیکن انگلستان میں جا کر دیکھو کتنے ہندوستانی زمیندار ہیں؟ تو تم کو ایک بھی زمیندار نہیں ملے گا۔ کیونکہ نئی جگہوں پر زمین کا کام نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں نئی جگہ پر تجارت و صنعت کا کام کیا جا سکتا ہے۔ یہی ہر ملک کا حال ہے۔ جاپان میں چلے جاؤ جاپان میں پچیس تیس ہزار ہندوستانی کام کر رہے ہیں۔ وہ سارے کے سارے تاجر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی زمیندار نہیں۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہل جس قوم میں آجائے وہ ذلیل ہو گئی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ ترقی نہیں

کر سکتی۔ ذلیل سے مراد یہ ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اِس کی ترقی محدود ہے کیونکہ زمینداری ایک ملک کے ساتھ تعلق رکھتی ہے دوسرے ملک میں نہیں جاسکتی۔ مگر صنعت و تجارت دوسرے ملکوں میں جاسکتی ہے۔ مسلمانوں کا یہودی باوجود تھوڑا ہونے کے جو مقابلہ کر لیتے ہیں اِس کی یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ میں تجارت ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قوم پر اپنا اثر ڈال لیتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ہاتھ میں تجارت نہیں اس لئے ان کی کوئی نہیں سنتا۔ پس اس نظامِ تجارت کے ذریعہ سے ہم نہ صرف اپنی جماعت کو مضبوط بنا سکتے ہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں اور غیر قوموں کو بھی مضبوط بنا سکتے ہیں۔

ایک دفعہ محکمہ تجارت والوں نے مجھ سے پوچھا کہ بعض غیر احمدی اور ہندو ہم سے مدد چاہتے ہیں کیا ہم ان کی مدد کر دیں؟ میں نے ان سے کہا کہ ہاں خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو اُس کی مدد کرنی چاہیے۔ ہمارا کام تو ہے ہی یہی کہ ہم ہر قوم کی مدد کریں۔ لیکن پہلے مسلمانوں کے لئے کوشش کرنی چاہیے اس کے بعد دوسروں کے لئے۔ خواہ کوئی ہندو ہو، سکھ ہو، مسلمان ہو، عیسائی ہو ہم اس کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مدد کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں یہ عظیم الشان موقع ہے اِس قسم کی تجارت کا موقع جو شاید آئندہ بیس سال تک پیدا نہ ہو۔ اس لئے جو سپاہی افسر ڈِسچارج ہوتے چلے جائیں اُن کو چاہیے کہ اپنی زندگی مذکورہ بالا طریق پر وقف کریں۔ اِس رنگ میں نہیں کہ سارے کا سارا وقت دین کے لئے پیش کریں بلکہ اِس رنگ میں کہ ہم نے کوئی کام کرنا ہے۔ بجائے اس کے ہم خود کام کریں۔ تحریک جدید کی ہدایت کے ماتحت جس مقام پر ہمیں جا کر کام کرنے کے لئے کہا جائے گا اور جو کام ہمارے لئے تجویز کیا جائے گا ہم اُس جگہ جائیں گے اور اُس کام کو کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ باقی مال اُن کا ہو گا، کوشش اُن کی ہو گی۔ اخلاقی مدد اُن کو سلسلہ دے گا اور مادی بھی جس حد تک توفیق ہو گی۔ اگر اِس رنگ میں پانچ چھ ہزار آدمی مل جائیں اور مل جانے چاہئیں تو ایک عظیم الشان تغیر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ہم اتنے آدمی ایک سال کے اندر کھڑے کر دیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے اپنی تبلیغ کو سَو گُنے بڑھا دیا۔ اِس وقت ہمارے پچاس مبلغ ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ اگر پانچ ہزار نوجوان اِس طرح

کام کرنے لگ گئے جو میں نے بتایا ہے تو گویا ہم اپنی تبلیغ کو سَو گُنے بڑھا دیں گے۔ بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں پہلے ہی جماعتیں ہیں اور وہاں کی سعید روحیں ایمان لا چکی ہیں۔ ایسی جگہوں میں تبلیغ کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے مگر بہت سی جگہیں ایسی ہیں جہاں پر کوئی احمدی نہیں ہے ایسی جگہوں کی سعید روحیں جب اِس پیغام کو سنیں گی تو فوراً ایمان لے آئیں گی۔ پس ان جگہوں میں ان نوجوانوں کا کام شروع کرنا دُہرے طور پر مفید ہو گا اور جماعت ہزاروں مقامات پر تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے شروع شروع میں کئی جگہوں پر پچیس پچیس، پچاس پچاس، سو سو آدمی احمدی ہو جائیں اور اِس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں پانچ چھ لاکھ احمدی ہندوستان میں نئے پیدا ہو جائیں۔ بعض جگہوں پر جہاں ہمارے مبلغ نئے نئے جاتے ہیں ایک سال میں پانچ پانچ سو آدمی احمدی ہو جاتے ہیں۔ مگر بعد میں ایک ایک دو دو آدمی احمدی ہوتے ہیں اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت تک سعید طبیعتیں ایمان لا چکی ہوتی ہیں۔ تو نئی جگہوں پر کام کرنا بعض لحاظ سے زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔ پس اب وقت ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے آپ کو تجارت کے لئے وقف کریں اور یہ وقف، وقف نمبر دو کہلائے گا۔ اِس طرح نہیں کہ ہم اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں ہم کو پڑھا کر مبلغ بنا کر بھیجو۔ بلکہ اِس طرح کہ ہم اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں ہم کو جہاں چاہیں بھیج دیں اور جو تجارتی یا صنعتی کام چاہیں ہمارے لئے تجویز کریں۔ ہم وہ کریں گے، اُس کو بڑھانے کی کوشش کریں گے اور ساتھ ساتھ تبلیغِ احمدیت کی بھی کوشش کریں گے۔ اِس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی ترقی کے لئے ایک نیا باب کُھل جائے گا اور لاکھوں لاکھ آدمی احمدیت میں شامل ہوں گے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے دلوں کو کھول دے تا ہر ایک نوجوان تبلیغِ اسلام کے لئے نکل جائے اور دنیا میں ایسی نادر مثال، قربانی اور ایثار کی پیدا کر دے کہ دشمن بھی دیکھ کر اس بات کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی یہ جماعت قربانی کرنے والی ہے۔"

(الفضل 11/اکتوبر 1945ء)

1: اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 237-238 مطبوعہ ریاض 1384ء

2: بخاری کِتَابُ الْحَرْثِ والْمُزَارَعَةِ باب مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ (الخ)